International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024
pp: 1035- 1060

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

حضرت ابراہیم کے مقامات ابتلاء سے مومنین کے لیے بصائر و عبر

Visions and Lessons for Believers from the Trials of Hazrat Ibrahim (A.S)

Prof. Dr. Muhammad Hammad Lakhvi
Director / Dean, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore
Saira Aziz
Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore

Abstract

This study delves into the trials of Hazrat Ibrahim (A.S), a prophet and exemplar of faith, to uncover visions and lessons for believers. Through a nuanced examination of his experiences, we glean insights into the nature of trust, obedience, and perseverance. Key themes include unwavering faith in the face of adversity, surrender to divine will, courage in the face of uncertainty, the power of prayer and supplication, the importance of family and community, and the symbolism of sacrifice and surrender. By exploring these themes, the study highlights the significance of Hazrat Ibrahim's (A.S) trials for spiritual growth and development. Believers can draw valuable lessons from his unwavering faith, deepening their trust in God and enhancing their spiritual journey. The trials and tribulations faced by Hazrat Ibrahim (A.S) serve as a profound testament to the enduring power of faith and the transformative impact of steadfast belief. This exploration not only enriches our understanding of Islamic spirituality and theology but also provides practical insights for believers striving to embody the virtues exemplified by this revered prophet. Through the lens of Hazrat Ibrahim's (A.S) life, we gain a deeper appreciation for the principles of faith, obedience, and resilience, which are crucial for navigating the challenges of life with spiritual fortitude and grace.

Keywords: Islamic teachings, trials and tribulations, trust, obedience, perseverance symbolism of sacrifice and surrender.

موضوع کی تمہیدی مباحث

اللہ تعالیٰ ہر کسی کو مصائب و مشکلات دے کر آزماتے ہیں، حتیٰ کہ انبیاء کو بھی آزمایا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے جو سوال کیا: ((اي الناس اشد بلاءً)) "اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے سخت مصیبت کس پر آتی ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "انبیاء علیہم السلام لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائشوں میں مبتلا ہوتے ہیں پھر وہ جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے ۔۔۔۔ الخ

اس حدیث سے پتا چلا کہ سب سے کڑی آزمائشیں انبیاء علیہم السلام پر آئیں پھر ان لوگوں پر جو ایمان والے ہیں۔ نیک صاحب ایمان پر مصائب و مشکلات کا آنا اس کے لئے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے۔ دنیا کی مصیبتیں مومن بندے کے لئے نعمت ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے وہ آخرت کے عذاب سے بچ جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اس سے محبت کی دلیل بھی ہے۔
نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

ان عظم الجزاء مع عظم البلاء وان الله تعالیٰ اذا احب قوما ابتلاهم فمن رضی فله الرضی ومن سخط فله السخط[1]

ترجمہ: بڑا ثواب بڑی بلا (آزمائش) کے ساتھ ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے پس جو اللہ کی تقدیر پر راضی ہو اس کے لیے اللہ کی رضا ہے اور جو اللہ کی تقدیر سے ناراض ہو تو اللہ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

بے شک آزمائش جتنی سخت ہو گی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا، اللہ رب العزت جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو اسے آزمائشوں میں مبتلا کر دیتے ہیں پھر جو شخص آزمائش پر راضی ہو جائے (یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے اس پر صبر کا مظاہرہ کرے) تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوتے ہیں اور اگر جزع فزع کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ ہر اس شخص کو آزمائے گا جو اللہ کی طرف بلانے والا یا اللہ کو پکارنے والا ہے یعنی یہ اللہ تعالی کی ایک سنت ہے ان کے لیے جو اللہ کے انبیاء ہیں اور ان کے لیے بھی جو انبیاء کی پیروی کرنے والے ہیں جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا:

وَهُوَ ٱلَّذِي جَعَلَكُمۡ خَلَٰٓئِفَ ٱلۡأَرۡضِ وَرَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٖ دَرَجَٰتٖ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِي مَآ ءَاتَىٰكُمۡۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ ٱلۡعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٞ رَّحِيمُۢ[2]

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین کے جانشین بنایا اور تمہارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں دی ہیں۔ بیشک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

علی بن نایف شہود الخلاصہ فقہ الابتلاء میں لکھتے ہیں:

فإن الله -عزّ وجل- يَبتلي عباده ليَختبر صِدق إيمانهم، ويُميّز طيّبهم من خبيثهم، فإن كانوا على قَدر من الثّبات مكّنهم الله في أرضهم، وهذا هو حال جميع الأمم في الأرض[3]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں تاکہ ان کے ایمان کی تصدیق ہو سکے اور ان کے درمیان پاک اور ناپاک کا فرق کر سکے اور پھر اس پر پورا اترنے والوں کو اللہ تعالیٰ زمین میں سکونت دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ تمام امتوں کے لیے رہا ہے۔

انبیاء کرام پر ابتلاء کی حکمتیں

الوہیت کی نفی کے لیے:

ابو فیصل بدرانی اپنی کتاب فقہ الابتلاء واقدر اللہ المولمۃ میں لکھتے ہیں:

جعل الله -تعالى- ابتلاءَه لعباده من الأنبياء رفعاً لدرجاتهم، وقدوةً لمن بعدهم، ولِتحذير أتباعهم من تقديسهم حدَّ الألوهية، فهم بشر، ولا يمكن اعتبار الابتلاءات التي يبتليهم الله -تعالى- بها من باب تكفير ذنوبهم في حقِّ الله، فهم معصومون من الذنوب، وقد وصف ابن القيم هذه الابتلاءات بالكرامة، فظاهرها الابتلاء وباطنها الخير والرحمة، وهي الجسر الموصل بهم إلى النتاجات العظيمة والنِّعم الجليلة[4]

اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے انبیاء پر آزمائشیں اس لیے نازل کرتے ہیں تاکہ ان کے درجات بلند ہوں اور ساتھ ساتھ اس لیے کہ لوگوں کو اس چیز سے بچایا جائے کہ وہ انبیاء کو الوہیت کا درجہ دیں، ان کی بشریت کے ثبوت کے لیے ان پر آزمائشوں کا نزول ہوتا ہے۔

درجات کی بلندی:

رفع درجاتهم عند الله[5]؛إذ لا ذنوب لهم حتى تُغفر، فيَرفع الله درجاتهم ومكانتهم عنده، فقد دخل أبو سعيد الخدري على رسول الله وكان قد ارتفعت حرارته، فقال: يا رسول الله ما أشدّ حرارتك، فردّ رسول الله: إنَّا كَذلكَ يُشَدَّدُ عَلَيْنا البَلاءُ، ويُضَاعَفُ لَنا الأَجْرُ[6]

اللہ تعالی آزمائش کے ذریعے انبیاء کے درجات بلند کرتے ہیں۔ ان کے گناہ نہیں ہوتے وہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں یعنی ان کے ذریعے صرف ان کے درجات بلند ہوتے ہیں جبکہ وہ اپنی ذات میں تو خطاؤں سے پاک ہوتے ہیں۔

حضرت ابو سعید الخذری سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دفعہ آئے جب کہ وہ بخار کی حالت میں تھے۔ تکلیف کی شدت دیکھ کر نبی اقدس ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ کو اتنا تیز بخار؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارا یہی حال ہے ہم لوگوں پر مصیبت بھی دگنی آتی ہے اور ثواب بھی دگنا ملتا ہے۔

ولا يمكن اعتبار الابتلاءات التي يبتليهم الله -تعالى- بها من باب تكفير ذنوبهم في حقِّ الله، فهم معصومون من الذنوب، وقد وصف ابن القيم هذه الابتلاءات بالكرامة، فظاهرها الابتلاء وباطنها الخير والرحمة، وهي الجسر الموصل بهم إلى النتاجات العظيمة والنِّعم الجليلة[7]

ہم یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ انبیاء پر آزمائشیں اس لیے بھیجی جاتیں کہ ان کی خطایئں مٹائی

جائیں کیونکہ وہ معصوم عن الخطاء پر ہاں ان آزمائشوں کا بدلہ انبیاء کو اللہ ضرور دیتے ہیں اور وہ عظمتوں اور بڑی بڑی نعمتوں کی شکل میں انہیں ملتا ہے۔

بعد میں آنے والوں کے لیے نمونہ:

انبیاء پر آزمائشیں اس لیے بھی آتی ہیں کہ بعد میں آنے والی امتوں کے لیے ایک حوصلہ ایک نمونہ موجود ہو کہ ہم سے پہلے انبیاء پر بھی آزمائشیں آئی تھیں تو ہم پر بھی اگر آئی ہیں تو ہم نے صبر سے ان کا مقابلہ کرنا ہے۔

صبر کی قدر و قیمت:

انبیاء پر آزمائشیں اس لیے بھی بھیجی جاتی ہیں تاکہ ان پر صبر کی قدر و قیمت کو اللہ واضح کر سکیں کہ اللہ کی دعوت میں ان پر آنے والی مصائب پر وہ صبر کریں گے تو انہیں بہترین اجر دیا جائے گا۔ اور اللہ کی طرف سے انہیں بہترین اجر دیا بھی گیا اور وہ سارے کے سارے صابرین میں سے تھے۔

انبیاء پر آزمائش کی صورتیں

انبیاء کے جسموں پر آزمائش:

انبیاء پر ان کے اجسام کی تکلیف و بیماری کی صورت میں بھی آزمائش لی جاتی ہے جیسا کہ ایوب علیہ السلام کی یہ ایک کڑی آزمائش تھی جس کا ذکر قرآن و حدیث میں ملتا ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے:

روى أنس بن مالك عن رسول الله أنّه قال: (إنَّ أيُّوبَ نبيَّ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم لبِثَ في بلائِه ثمانَ عشْرةَ سنةً فرفَضه القريبُ والبعيدُ إلَّا رجلينِ مِن إخوانِه كانا مِن أخصِّ إخوانِه كانا يغدوانِ إليه ويروحانِ [8]

ترجمہ: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: اللہ تعالی کے نبی حضرت ایوب اٹھارہ سال تک بیماری میں مبتلا رہے، قریبی اور دور کے اشخاص نے ان سے لا تعلقی اختیار کر لی۔ سوائے دو آدمیوں کے جو انتہائی قریب دوست تھے۔

اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالی نے بھی ایوب علیہ السلام کی اس تکلیف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ* فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَى لِلْعَابِدِينَ [9]

ترجمہ: اور ایوب، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک میں، مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اسے جو بھی تکلیف تھی دور کر دی اور اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ ان کی مثل (اور) عطا کر دیے، اپنے پاس سے رحمت کے لیے اور ان لوگوں کی یاد دہانی کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔

حضرت ایوب نے اپنی بیماری پر ہمیشہ صبر اور شکر کیا اور اللہ سے دعا کی، اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ فلاں پانی سے غسل کرو تو ان کو عافیت حاصل ہوئی ان سے بیماری جاتی رہی اور اللہ نے انہیں مزید نعمتوں سے نوازا انہیں ان کا مال اہل وعیال سب لٹا دیے۔

انبیاء کی اولاد، ازواج اور بھائیوں سے آزمائش

انبیاء کرام کی آزمائش ان کے اولاد و ازواج کے زریعے بھی کی جاتی ہے۔ نوح علیہ السلام نے 900 سال سے زائد عرصہ تبلیغ کی مگر بہت ہی تھوڑے لوگ ان کی دعوت پر ایمان لائے پھر انہیں اللہ تعالی نے کشتی بنانے کا حکم دیا اور کہا کہ اس پر ہر چیز کا جوڑا جوڑا رکھ لو مگر اس کشتی میں ان کا اپنا بیٹا بھی سوار نا ہوا وہ اپنے بیٹے سے کہتے رہے مگر وہ عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرا اور غرق ہونے والوں میں سے ہوا۔

اللہ تعالی نے حضرت نوح اور لوط کو علیہما السلام کو ان کی ازواج کے زریعے آزمایا:

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّـهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ[10]

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے، اللہ ان کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کو مثال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ دونوں ہمارے دو ایسے بندوں کے نکاح میں تھیں جو بہت نیک تھے۔ پھر انھوں نے ان کے ساتھ بے وفائی کی، تو وہ دونوں اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہیں آئے اور (ان بیویوں سے) کہا گیا کہ: دوسرے جانے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں چلی جاؤ۔

اور اسی طرح یوسف علیہ السلام کہ بھائیوں نے انہیں کنویں میں ڈال دیا ان کی قیمت لگا کر ان کو فروخت کر دیا۔ ان پر چوری کا الزام بھی لگایا پر اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے بعد میں سب واضح کر دیا۔

اللہ تعالی کا سخت حکم بجالانے کی آزمائش

حضرت ابراہیم نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، انہوں نے اس خواب کا ذکر اپنے بیٹے سے کیا تو دونوں باپ بیٹے نے رب تعالی کی طرف سے بھیجے گئے اس کڑے امتحان کو پورا کر دکھایا تو اللہ نے اپنے قرآن میں اس کا ذکر کچھ یوں کیا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ ٱلسَّعۡيَ قَالَ يَٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي ٱلۡمَنَامِ أَنِّيٓ أَذۡبَحُكَ فَٱنظُرۡ مَاذَا تَرَىٰۚ قَالَ يَٰٓأَبَتِ ٱفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُۖ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ[11]

ترجمہ: انھوں نے کہا: بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمھیں ذبح کر رہا ہوں، اب سوچ کر بتاؤ، تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان! آپ وہی کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۔ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ[12] اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ۔وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ [13]

ترجمہ: یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔ چنانچہ (وہ عجیب منظر تھا) جب دونوں نے سر جھکا دیا، اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا۔ اور ہم نے انھیں آواز دی کہ: اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔

دعوت کے میدان میں انبیاء کی آزمائش:

نبی کریم ﷺ کو بہت سی آزمائش کا سامنا ہوا انہیں ان کے وطن مکہ سے نکالا گیا، تکلیفیں دی گئیں، ساحر جادوگر کا الزام لگایا گیا، ، جنگ میں دندان مبارک شہید کیے گئے، لیکن وہ ثابت رہے، **ابراہیم علیہ السلام** کی بھی نمرود سے ٹکر ہوئی، آگ میں ڈالا گیا ان کے وطن سے نکال دیا گیا، اللہ نے انہیں اپنا خلیل بنالیا، نسل میں برکت دی انبیاء بھیجے، **موسی علیہ السلام** کو فرعون کے پاس بھیجا انہوں نے بھائی ھارون کے لیے دعا کی اسے اپنے ساتھ لیا، فرعون کو دعوت دی اس نے جادوگر ہونے کا الزام دیا دعوت ٹھکرا دی موسی علیہ السلام نے دعا کی اللہ نے فرعون کو غرق کر دیا، موسی علیہ السلام کے بعد **عیسی علیہ السلام** کو بھیجا بنی اسرائیل کے پاس، انہوں نے کتاب میں تحریف کی نبی کو تکلیف دی قتل کرنے کا پروگرام بنایا شدید ایذا اور تکلیف پہنچائی تو اللہ نے انہیں قیامت تک باحفاظت آسمان پر اٹھالیا۔

موضوع کی اہمیت وضرورت وسابقہ کام کا جائزہ

یوں تو تمام انبیاء کرام کی مبارک زندگیاں پوری نسل انسانی کے لیے مشعل راہ اور اسوۂ حسنہ ہیں لیکن سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی کے بعد قرآن کریم میں جس شخصیت کی زندگی اور کردار کو بطور خاص اسوۂ حسنہ کہا گیا ہے وہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ جن کے بارے میں سورۃ الممتحنہ میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ تمہارے لیے حضرت ابراہیمؑ اور ان کے رفقاء کی زندگیوں میں اسوۂ حسنہ (عمدہ نمونہ) ہے۔[14] انہوں نے قوم کے اجتماعی کفر اور اس کفر پر ڈٹ جانے والوں سے واضح طور پر برأت کا اعلان کیا، اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی بھی بندگی واطاعت کی جاتی تھی ان سب معبودوں اور خود ساختہ خداؤں سے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے قوم پر واضح کر دیا کہ جب تک تم ان جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی بندگی اور اطاعت پر نہیں آجاتے تمہارے ساتھ ہمارا دوستی کا تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ہم تمہارے اس نظام کو کسی حالت میں قبول کر سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم فرزندان توحید کے لیے ایثار و قربانی کا بہترین نمونہ ہیں۔ دین حق کی تبلیغ اور نشر واشاعت میں ہر قسم کی تکلیف برداشت کی اور ہر طرح کی قربانی پیش کی۔ اللہ کی توحید کی راہ میں آگ میں داخل ہونا خندہ پیشانی سے قبول کیا، والدین سے علیحدگی صبر سے برداشت کی، وطن کی ہجرت کو نہایت حوصلے کے ساتھ قبول کیا۔ اللہ تعالی نے بڑھاپے میں اولاد سے نوازا تو بڑے چکر گزار ہوئے۔ اللہ تعالی نے امتحان لیتے ہوئے بیٹے کو قربان کرنے کا حکم دیا تو بلا جھجک تیار ہو گئے۔ حضرت ابراہیم کی اس رضا ورغبت اور اللہ تعالی کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے ہر دم تیار رہنے میں بنی نوع انسانی کے لیے بہترین اسوہ موجود ہے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں حضرت ابراہیم کی پوری زندگی سراسر قربانی ہی قربانی تھی۔ دنیا میں جتنی چیزیں ایسی ہیں، جن سے انسان محبت کرتا ہے، ان میں سے کوئی چیز ایسی نہ تھی، جس کو حضرت ابراہیم نے حق کی خاطر قربان نہ کیا ہو۔ اور دنیا میں جتنے خطرات ایسے ہیں، جن سے آدمی ڈرتا ہے، ان میں سے کوئی خطرہ ایسا نہ تھا، جسے انہوں نے حق کی راہ میں نہ جھیلا ہو۔[15]

حضرت ابراہیم کے اسوہ حسنہ اور ان کی آزمائشوں سے حاصل ہونے والے بصائر و نصائح کا اس آرٹیکل میں ذکر کیا جائے گا۔ اگر ہم سابقہ کام کو دیکھیں تو اس موضوع پر کام دیکھنے کو نہیں ملتا۔

حضرت ابراہیم کے ذاتی و روحانی بصائر و عبر

بت پرست ماحول میں پرورش اور تدبر

حضرت ابراہیم بچپن ہی سے کائنات اور اردگرد کی نشانیوں پر غور و فکر کرتے تھے۔ کواکب پرستی تھی یا صنم پرستی ان کا دل مانتا بھی تھا جانتا بھی تھا کہ دونوں غلط فعل ہیں جس کا ذکر سورۃ الانعام میں یوں ہوا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ[16]

ترجمہ: پس جب رات نے ان (علیہ السلام) کو (اپنی تاریکی میں) ڈھانپ لیا تو انھوں نے دیکھا ایک (چمکدار) ستارے کو 'تو کہا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہنے لگے کہ میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب انھوں نے دیکھا چاند چمکتا ہوا تو کہا یہ ہے میرا ربّ! پھر جب وہ بھی غائب ہو گیا تو انھوں نے کہا اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی تو میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا۔

یعنی جس طرح عام انسانوں کے سامنے آثار کائنات نمایاں ہیں، اور اللہ کی نشانیاں واضح ہیں اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے بھی یہی آثار کائنات اور یہی نشانیاں تھیں مگر عام لوگ انھیں دیکھنے کے باوجود بھی اندھوں کی طرح وہاں شرک پرستی جیسے قبیح فعل میں مگن تھے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ان پر غور و فکر کیا یہی چاند، سورج، ستارے جو ہر روز طلوع و غروب ہوتے ہیں ان کے معاشرے والے انہیں خدا بنا بیٹھے لیکن جب اس سب کو براہیم علیہ السلام نے شعور کی آنکھ سے دیکھا تو حقیقت تک پہنچ گئے کہ یہ خدا نہیں یہ خدا کی تخلیق ہیں جو کہ خدا کے حکم کے طابع ہیں۔

اسی طرح قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالی ہے کہ:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ[17]

ترجمہ: عنقریب ہم انھیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں بھی اور ان کی اپنی جانوں کے اندر بھی "یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے 'کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ آپ کا ربّ ہر چیز پر گواہ ہے!

امام ثعلبی نے ابراہیم علیہ السلام کے بچپن کے زمانے کا ایک دلچسپ مکالمہ نقل کیا ہے۔ یہ گفتگو انھوں نے اپنی ماں کے ساتھ کی ہے۔ ابراہیم جب ذرا بڑے ہوئے تو ایک مرتبہ انھوں نے اپنی ماں سے دریافت کیا۔

ابراہیم علیہ السلام: میرا پالنے والا کون ہے؟

ماں: میں

ابراہیم علیہ السلام: میرے باپ کا رب کون ہے؟

ماں: نمرود

ابراہیم علیہ السلام: نمرود کا رب کون ہے؟

ماں نے جب یہ سنا تو آپ پر خوب برس پڑی اور جب ابراہیم کے والد آئے تو ماں نے انھیں شکایت کی کہ آپ کا بیٹا ایسے سوالات کرتا ہے۔ باپ نے جب پوچھا اور اس کی تصدیق ہو گئی تو اس نے بیٹے کی پٹائی کی اور آئندہ ایسے سوالات نا کرنے کی تنبیہ کی۔[18]

ڈاکٹر محمد حماد لکھوی حفظہ اللہ حضرت ابراہیم اور ہر شخص کو اللہ کی طرف سے قدرتی عطا کیے گئے **شعور** کے بارے میں ایک خطبے کے دوران فرمارہے تھے: "ابراہیم علیہ السلام کو جس معاشرے سے سامنا تھا اس میں کوئی موحد نہ تھا پورا معاشرہ تو بت گروں کا تھا ہی مگر وہ تو جس گھر میں پیدا ہوئے وہ گھر ہی بت خانہ تھا۔۔ جن کے ماں باپ اردگرد پوراماحول شرک پر مبنی تھا ان کی تربیت کیسے ہوئی ان کو یہ تعلیم کس نے دی کہ میں نے اس سب کے خلاف آواز اٹھانی ہے؟؟ وہی جو ابتدائے آفرینش اللہ نے سب سے عہد لیا تھا "الست بربکم" (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) یعنی عبدیت رب ہر شخص کی فطرت میں ہے۔ کسی نے فطرت damage کرلی، کسی کا آئینہ بصیرت درست رہا تو اس کی فطرت درست رہ گئی۔۔۔ ما من مولود إلا یولد علی الفطرة، فابواه یهودانه، وینصرانه، ویمجسانه[19]۔۔۔ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس شرک پر مطمئن معاشرے کے اندر اکیلے آواز اٹھائی اپنے باپ سے بھی کہا قوم سے بھی کہا "کہ یہ جو بت بنا کر تم ان کی پوجا کر رہے ہو؟ ان بتوں اور تصویروں کہ اوپر تم سب کیسے مطمئن بیٹھے ہو؟" اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو ہر شخص کو شعور دیا ہے۔۔ اللہ اکبر۔۔ اس شعور کا امتحان ہر جگہ ہو رہا ہوتا ہے جب اردگرد جھوٹ اور باطل بادل کی طرح گرجتا آرہا ہوتا ہے اس وقت بھی ہمارے شعور کا امتحان ہو رہا ہوتا ہے۔۔ اللہ اکبر۔۔ لہذا ایک شخص بھی اگر اکیلا جھوٹ اور باطل کے معاشرے میں کھڑا ہو اور کہے "کہ لوگوں یہ کیا کر رہے ہو؟"۔۔ جیسے لوط علیہ السلام نے کہا" اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ"[20] (تم میں کوئی ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے؟) بالکل ایسے ہی جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ کیسے لوگ ہو ان بتوں اور مورتیوں پر مطمئن ہوئے بیٹھے ہو؟ اس شرک پر مطمئن معاشرے میں ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ سوال اٹھایا تھا اس شعور کی بنیاد پر اٹھایا تھا جو شعور اللہ کریم نے حضرت ابراہیم کو عطا کیا تھا اور یہ شعور ہم سب کے پاس موجود ہے۔ لہذا بات یہ سمجھ آئی کہ معاشرہ سارا جھوٹ اور شرک سے بھرا ہوا ہو معاشرے کی کوئی سمت وجہت درست نہ ہو تو یہ چیز بھی ہمارے امتحان و آزمائش کو کم نہیں کرتی، ہمارا امتحان، ہمارے قدرتی عطا کیے ہوئے شعور کا امتحان پھر بھی جاری ہے۔"[21]

اندھی تقلید اور آباؤ اجداد کے دین کی پیروی نہ کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آباؤ اجداد کے غلط دین کی اندھی تقلید نہیں کی بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے دی گئی صلاحیتوں کا بہترین استعمال کرتے ہوئے اللہ کی واحدانیت کو پہنچانا اور ان کے واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ ہمیں بھی زندگی میں اندھی تقلید سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ گمراہیوں اور ناکامیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہوا:

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ---- فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [22]

ترجمہ: اور قریب لائی جائے گی جنت پرہیز گاروں کے لیے۔ اور ظاہر کی جائے گی دوزخ گمراہوں کے لیے، اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم پوجتے تھے، اللہ کے سوا، کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا بدلہ لیں گے، تو اوندھا دیے گئے جہنم میں وہ اور سب گمراہ اور ابلیس کے لشکر سارے کہیں گے اور وہ اس میں باہم جھگڑے ہوں گے، خدا کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے، جبکہ انہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے، اور ہمیں نہ بہکایا مگر مجرموں نے تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غم خوار دوست کاش ہمیں ایک دفعہ پھر پلٹنے کا موقع ملے تو ہم مومن ہوں۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ عبرت ناک نقشہ کھنچا گیا ہے تاکہ اندھی تقلید کرنے والے دنیا میں آنکھیں کھولیں اور کسی کے پیچھے چلنے سے پہلے دیکھیں کہ وہ ٹھیک بھی جا رہے ہیں یا نہیں بالکل ایسے ہی جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے غلط رہنماؤں، خاندان اور معاشرے کے خلاف آواز اٹھائی اور ان کی پیروی سے انکار کیا۔

توحید اور فطرت سلیمہ

توحید ہی کامیابی کا راستہ ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو فطرت سلیمہ پہ پیدا کیا ہے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے وہ عبدیت رب اور وحدانیت رب کو تسلیم کرنے کی فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے یہ اُس کے والدین ہی ہوتے ہیں جو یہودی اور عیسائی بناتے ہیں۔ جس کی فطرت درست رہ جائے وہ ہمیشہ شرک سے براءت اختیار کر کے توحید کو اپنائے گا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام، حضرت ابراہیم کے واقعات پڑھنے کے بعد یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء ہمیشہ سے توحید کے علمبردار رہتے ہیں اور اس کو کسی صورت میں بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے چاہے اس کے لیے تنگیاں اور اپنوں کی سختیاں سہنی پڑیں یا جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اللہ کی عبادت کرنے والے مسلم تھے قرآن میں ارشاد ہے:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [23]

ترجمہ: یہودی کہتے ہیں کہ "یہودی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے" اور عیسائی کہتے ہیں کہ "عیسائی بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔" آپ ان سے کہیے: (بات یوں نہیں) بلکہ جو شخص ملت ابراہیم (دین حنیف) پر ہو گا وہ ہی ہدایت پائے گا اور ابراہیم موحد تھے شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے

آخرت میں جزاوسزا انسان کے ذاتی اعمال پر ہے

حضرت ابراہیم کی زندگی سے ایک اہم سبق یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال کا ذمہ دار خود ہے۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا[24]

ترجمہ: جس کسی نے ہدایت کی راہ اختیار کی تو اس نے اپنے ہی (بھلے کے) لیے ہدایت کی راہ اختیار کی اور جو کوئی گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ اٹھانے والی نہیں بنے گی اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ کسی رسول کو نہ بھیج دیں۔

اسی طرح سورۃ الانعام میں بھی آتا ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰي ۚ[25]

ترجمہ: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

امام الناس

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کی وفاداری، بے کم وکاست اطاعت اور خود سپردگی کا صلہ یہ دیا کہ انہیں رہتی دنیا تک کے لیے امام بنا دیا۔ قرآن کہتا ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ[26]

ترجمہ: اور ذرا یاد کرو جب ابراہیم (علیہ السلام) کو آزمایا اس کے رب نے بہت سی باتوں میں تو اس نے ان سب کو پورا کر دکھایا تب فرمایا: اے ابراہیم (علیہ السلام)! اب میں تمہیں نوع انسانی کا امام (پیشوا) بنانے والا ہوں۔

چنانچہ مسلمان ہی نہیں، یہودی، عیسائی، حتی کہ مشرکین عرب سب ہی میں ان کی شخصیت محترم اور پیشوا مانی جاتی ہے۔[27]

استغفار وانابت

اللہ تعالی سے اس درجہ قربت رکھنے اور اس کے اشارے کی فوراً تعمیل کرنے کے باوجود ابراہیم علیہ السلام کو ہمہ وقت احساس رہتا تھا کہ کہیں ان سے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ ہوگئی ہو۔ یہ احساس انہیں توبہ واستغفار اور رجوع وانابت پر آمادہ کرتا تھا۔ یہ ایک اعلی ترین صفت ہے، جو کسی مومن بندے میں ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ قرآن میں حضرت ابراہیم کا ایک یہ وصف بھی بیان کیا گیا ہے جب انہوں نے اپنی قوم کے سامنے دعوت توحید پیش کی اور اللہ تعالی کے احسانات گنائے تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مجھے اس سے اپنی مغفرت کی توقع ہے:

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْۗـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ[28]

ترجمہ: اور وہی ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ روز جزا میری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔

وہ صرف اپنے لیے نہیں بلکہ والدین اور تمام اہل ایمان کے لیے بھی مغفرت اور بخشش کی دعا کرتے تھے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ[29]

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! مجھے میرے والدین اور تمام مومنین کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو۔

شکر

اللہ تعالی کے احسانات و انعامات کا احساس بندے میں شکر کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اور اس میں مزید تذلیل، خشوع و خضوع اور اطاعت و فرمابرداری پروان چڑھتی ہے۔ حضرت ابراہیم کے اندر یہ صفت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ ان کا دل اپنے رب کی نعمتوں پر تشکر و امتنان کت جذبات سے لبریز رہتا تھا، جس کا اظہار ان کی زبان سے بھی ہوتا تھا۔ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کو متوجہ کیا کہ جو اسباب زندگی تمہیں حاصل ہیں، وہ بتوں کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہیں اس لیے اس کا شکر ادا کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ[30]

ترجمہ: جن کو تم پوج رہے ہو اللہ کو چھوڑ کر یہ تو محض بت ہیں 'اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہو جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا وہ تمہیں رزق دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے 'پس تم اللہ ہی کے پاس رزق کے طالب بنو اور اسی کی بندگی کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ اسی کی طرف تم لوٹا دیے جاؤ گے۔

حضرت ابراہیم نے جب ہجرت کی اس وقت ان کے پاس کوئی اولاد نہ تھی دل میں خواہش پیدا ہوئی دعا کی، دعا قبول ہو گئی تو دل جذبہ شکر سے بھر گیا، جس کا اشہار حضرت ابراہیم نے اپنی زبان سے یوں کیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ[31]

ترجمہ: کل شکر اور کل ثنا اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے عطا فرمائے 'باوجود بڑھاپے کے اسماعیل اور اسحاق (جیسے بیٹے) یقیناً میرا پروردگار دعاؤں کا سننے والا ہے۔

دعا

دعا اللہ تعالی سے قریب ہونے کا ایک ذریعہ ہے اور بندے اور اس کے رب کے درمیان قربت کو جاننے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابراہیم کی سیرت طیبہ میں یہ پہلو ہمیں بہت نمایاں نظر آتا ہے کہ انہوں کے زندگی کے ہر موقع پر اللہ تعالی سے دعا کے مدد، مغفرت، انعامات، خوشیاں کامیابیاں سب مانگا اور دعا کا دامن کبھی نہ چھوڑا۔ توحید کی صدا بلند کرنے کے بعد اپنے باپ اور قوم کی جانب سے انہیں بہت سی تکلیفیں اٹھانی پڑیں مگر انہوں نے اان کے حق میں دعائے خیر ہے کی اور کہا میں تو اپنے رب کو پکاروں گا وہ مجھے نا امید نہیں کرے گا اور بے شک رب نے انہیں کبھی نا امید نہ کیا۔

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰى اَلَّا اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا[32]

ترجمہ: اور میں کنارہ کشی کرتا ہوں آپ سے بھی اور ان (تمام معبودوں) سے بھی جنہیں آپ لوگ اللہ کے سوا پوجتے ہیں اور میں تو اپنے رب ہی کو پکاروں گا مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہیں رہوں گا۔

عبادت گزاری

حضرت ابراہیم جب زندگی کے ہر معاملے میں مرضی رب کو پیش نظر رکھتے تھے اور اس کی اطاعت کی طرف سبقت کرتے تھے تو ظاہر ہے کہ عبادت کے معاملے میں بھی وہ عالی مقام پر فائز تھے۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو جب بے آب و گیاہ وادی میں لا بسایا تو اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہوں وہ ان کی نسل پر سکون زندگی گزاتے ہوئے خدائے واحد کی عبادت کریں۔ حضرت ابراہیم نے اس کی توفیق بھی دعا سے مانگی جس سے اندازہ ہوتا کہ وہ رب کے کتنے عبادت گزار تھے اور اپنی اولاد کے لیے بھی یہی چاہتے تھے۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ[33]

ترجمہ: اے میرے پروردگار! مجھے بنادے نماز قائم کرنے والا اور میری اولاد میں سے بھی اے ہمارے پروردگار! میری اس دعا کو قبول فرما۔

حلم وبردباری

سیرت ابراہیم کا ایک نمایاں پہلو حلم وبردباری ہے۔ حلم سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص بدسلوکی کرے تو اس کے جواب میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا جائے حضرت ابراہیم میں یہ صفت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی مشرکین کا اپنوں کا معاشرے کا ترش رویہ طعنے باتیں آپ اکیلے سہتے مگر کبھی برداشت کا دامن نہ چھوڑتے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

إِنَّ إِبۡرَٰهِيمَ لَأَوَّٰهٌ حَلِيمٌ[34]

واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ إِبۡرَٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّٰهٌ مُّنِيبٌ[35]

یقیناً ابراہیم بہت تحمل والے نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والے تھے۔

حضرت ابراہیم کی دعوت توحید اور بصائر وعبر

باپ کو دعوت توحید

1۔ گھر سے تبلیغ کا آغاز

ایک صاحب دعوت کا پہلا اور فطری میدان اس کا اپنا گھر، خاندان، اپنا معاشرہ اور اپنا ملک ہوتا ہے جن لوگوں میں وہ پلا بڑھا ہوتا ہے، جن لوگوں سے اس کے روابط و تعلقات ہوتے ہیں، جن سے وہ مانوس ہوتا ہے۔ جن میں وہ خود سے پہلے

متعارف ہوتا ہے وہی اس کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں کہ ان کو ان نعمتوں سے مالامال کرے جن سے وہ خود مستفید ہو رہا ہے۔ اور ان نعمتوں میں نعمت ہدایت سب سے پہلے آتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ[36]

ترجمہ: اور اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو خبر دار کیجئے۔

حضرت ابراہیم چونکہ نبی تھے اور ترتیب دعوت سے بخوبی واقف، اس لیے انہوں نے سب سے پہلے اپنے گھر اپنے والد اور اپنی قوم کے سامنے اپنی دعوت پیش کی اور اپنے والد اور اپنی قوم سے پوچھا کہ "یہ کیا چیزیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟[37]

2۔ مشرک کے لیے دعائے مغفرت کی ممانعت

قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے ظلم سے تنگ آکر جب گھر سے نکلے تو رخصت ہوئے تو فرمایا:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا[38]

ترجمہ: ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: آپ پر سلام! میں اپنے رب سے آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا ' وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

اسی وعدے کی بنا پر وہ ماں باپ دونوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے (ابراہیم: 41) مگر جب انہیں وحی کے زریعے معلوم ہو گیا کہ ان کا باپ حق کا دشمن ہے چاہے وہ نبی کا باپ ہو تو دعائے مغفرت کا مستحق نہیں ہے۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ[39]

ترجمہ: اور نہیں تھا استغفار کرنا ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے والد کے حق میں مگر ایک وعدے کی بنیاد پر جو انھوں نے اس سے کیا تھا اور جب آپ (علیہ السلام) پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ (علیہ السلام) نے اس سے اعلان بیزاری کر دیا۔ یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) بہت درد دل رکھنے والے اور حلیم الطبع تھے۔

یہاں یہ بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ (مشرک) اللہ کے باغیوں کے ساتھ ہمدردی ممنوع ہے وہ صرف ایسی ہمدردی ہے جو دین کے معاملے میں دخل انداز ہوتی ہو۔ البتہ انسانی ہمدردی اور دنیوی تعلقات جیسے صلہ رحمی لین دین رحمت شفقت کا برتاو تو یہ ممنوع نہیں بلکہ پسندیدہ عمل ہے۔[40]

قوم کو دعوت توحید

1۔ مخاطب کی نفسیات کا خیال

ایک داعی کو دعوت دیتے وقت مخاطب کی نفسیات کا دیہان رکھنا چاہیے حضرت ابراہیم کی دعوت کی اس حکمت کا ذکر مولانا مودودی نے یوں بیان کیا:

" یہاں حکمت تبلیغ کا بھی یہ نکتہ قابل توجہ ہے۔ حضرت ابراہیم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تمھارے دشمن ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ وہ میرے دشمن ہیں۔ اگر وہ کہتے کہ یہ تمہارے دشمن

ہیں تو مخاطب کے لیے ضد میں مبتلا ہو جانے کا زیادہ موقع تھا۔ وہ اس بحث میں پڑ جاتا کہ بتاؤ وہ ہمارے دشمن کیسے ہو گئے۔ بخلاف اس کے جب انھوں نے کہا کہ وہ میرے دشمن ہیں تو اس سے مخاطب کیلئے یہ سوچنے کا موقع پیدا ہو گیا کہ وہ بھی اسی طرح اپنے بھلے اور برے کی فکر کرے جس طرح ابراہیم نے کی ہے۔ اس طریقے سے حضرت ابراہیم نے گویا ہر انسان کے اس فطری جذبے سے اپیل کی جس کی بنا پر وہ خود اپنا خیر خواہ ہوتا ہے اور جان بوجھ کر بھی اپنا برا نہیں چاہتا۔ انھوں نے اسے بتایا کہ میں تو ان کی عبادت میں سراسر نقصان دیکھتا ہوں اور دیدہ و دانستہ میں اپنی بدخواہی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا دیکھ لو کہ میں خود ان کی بندگی و پرستش سے قطعی اجتناب کرتا ہوں۔ اس کے بعد مخاطب یہ سوچنے پر مجبور تھا کہ اسکی اپنی بھلائی کس چیز میں ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ نادانستہ اپنی بدخواہی کر رہا ہو"[41]

2۔ قوم ابراہیم کا برا انجام

اللہ تعالی کی سنت ہے کہ جب کوئی قوم اپنے نبی کی دعوت کو قبول نہیں کرتی اور اس پر حجت تمام ہو جاتی ہے تو نبی ایمان لانے والوں کے ساتھ وہاں سے ہجرت کر جاتا ہے۔ پھر اس قوم کو سماوی یا ارضی آفات سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی عراق سے ہجرت کے بعد ان کی قوم پر کیا عذاب آیا اس کا ذکر موجود نہیں مگر معذب قوموں میں ان کی قوم بھی شامل ہوئی جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے بتایا گیا۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ --- الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْر[42]

ترجمہ: اور (اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!) اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے قوم نوح (علیہ السلام) ‘قوم عاد اور قوم ثمود کے لوگ بھی (رسولوں (علیہ السلام) کو) جھٹلا چکے ہیں۔ اور ابراہیم (علیہ السلام) کی قوم اور لوط (علیہ السلام) کی قوم بھی (رسولوں (علیہ السلام) کی تکذیب کر چکی ہے) اور مدین کے لوگ بھی (اپنے پیغمبر کو جھٹلا چکے ہیں) اور موسیٰ (علیہ السلام) کی بھی تکذیب ہو چکی ہے تو میں نے ان کافروں کو کچھ ڈھیل دی ‘پھر میں نے ان کو پکڑ لیا ‘تو کیسی رہی میری پکڑ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا اور وہ ظالم تھیں تو وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور کتنے ہی ناکارہ کنویں (بند پڑے ہیں) اور کتنے ہی مضبوط بنائے ہوئے محل (بھی ویران پڑے ہیں) تو کیا یہ لوگ زمین میں گھومے پھرے نہیں ہیں کہ ہوتے ان کے دل جن سے یہ سمجھتے یا (ہوتے ان کے) کان جن سے یہ سنتے تو اصل میں آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں ‘بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔

بتوں کو توڑنا

1- جرت مؤمنانہ

حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کو نوٹس دیا کہ تمہارے بتوں کی خبر لوں گا پھر انہیں اس جرت مومن سے واقف کروایا جو مومن کے سینے میں پنہاں ہوتی ہے۔ مومن لومڑیوں کی طرح گھات لگا کر داؤ نہیں لگاتا بلکہ جب وہ مقابلہ کرنے پر آتا ہے تو مردانہ وار آتا ہے، دن کی روشنی میں آتا ہے اور ڈنکے کی چوٹ آتا ہے۔[43]

2- بڑے بت کو توڑنے کی حکمت

قَالَ بَلْ فَعَلَه كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ [44]

ترجمہ: آپ (علیہ السلام) نے جواب دیا: بلکہ یہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے 'تم پوچھ دیکھو ان سے اگر یہ بولتے ہوں۔

اس جواب سے اُس حکمت پر بھی روشنی پڑتی ہے جو ابراہیم نے بڑے بت کو صحیح سلامت رکھ کر اختیار کی تھی۔ اس جواب نے نہ صرف ان کے باطل عقائد کی بنیادیں ڈھادیں، بلکہ عوام کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ اس جواب کے مضمرات پر غور کریں جو لوگ اپنے معبودوں کو مختار کل سمجھتے تھے جن کو وہ اپنی قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا سمجھتے تھے، جن کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ وہ دعا کو سنتے اور شرف قبولیت عطا کرتے ہیں، اُن سے اگر یہ کہا جاتا ہے کہ بھئی ان ہی بتوں سے پوچھ لو کہ تمہارا یہ حال کس نے کیا ہے، تو یہ بڑی معقول بات تھی۔ پھر اس کے لئے ایک قرینہ کی شہادت یہ بھی تھی کہ بڑے حضرت صحیح سلامت تھے۔ اب اگر وہ صاحب قدرت ہیں تو ان کے سوا یہ کام کون کر سکتا ہے؟ یہ ان کے سوال کا مسکت جواب بھی تھا۔ اور ان کی گمراہی پر دلیل بھی۔[45]

ہمیں بھی آج اس بات پہ غور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

نمرود سے مکالمہ

اسلوب دعوت (پر تاثیر دلائل و براہین سے حق واضح کرنا)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙقَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭقَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭوَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ [46]

کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے حجت بازی کی تھی ابراہیم (علیہ السلام) سے اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی ہوئی تھی جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو اس نے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (اگر تو خدائی کا مدعی ہے) تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا تو مبہوت ہو کر رہ گیا وہ کافر اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

سیدنا ابراہیم نے حجت ودلیل کی استواری کے ساتھ نمرود کو حیران اور ششدر کر دیا اللہ تعالی نے اس محاجہ کو بیان کرتے ہوئے نمرود کی شکست فاش کو ان الفاظ میں بیان فرمایا فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ (مبہوت ہو کر رہ گیا کافر) سیدنا ابراہیم کی یہ قوت بیانی اللہ تعالی کے رہین منت تھی جس نے آپ علیہ السلام کو ان دلائل کی قدرت دی جس کے ساتھ آپ علیہ السلامد مقابل کو قائل کر سکے اور ان پر اللہ کی حجت تمام ہوئی۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

> حضرت ابراہیم نے جھوٹے مدعیان ربوبیت اور قوم کے ساتھ مناظروں میں منطقیانہ گفتگو اور فلسفیانہ دلائل سے گریز کرتے ہوئے، پرزور حسی اور مشاہداتی دلائل و براہین سے حق کو واضح کیا۔ یہ دلائل ایسے نمایاں اور پر تاثیر تھے کہ ہر کسی پر اثر کر گئے۔ نمرود کے دربار میں ایسے دلائل دیے کہ کافر لاجواب ہو کر نادم اور ذلیل و خوار ہو کے رہ گئے۔[47]

آپ کے اسوہ سے سبق ملتا ہے کہ داعیان توحید کو کائنات کے حوالے سے ایسے حسی اور مشاہداتی دلائل پیش کرنے چاہیں جو ہر شخص بآسانی سمجھ سکے کیونکہ ایسے دلائل جلدی تاثیر دکھاتے ہیں۔

آگ میں زندہ جلائے جانا

توکل علی اللہ اور اللہ کی قدرت کاملہ

اللہ تعالی کی قدرت کاملہ، اس کی عظمت ورفعت اور صنعت وکاری گری ہر ہر چیز سے ظاہر ہے۔ آگ کا ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی والی ہونا اللہ کی قدرت کا اظہار تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ پر بھروسے کا نتیجہ۔

حضرت ابراہیم نے اللہ تعالی پر مکمل توکل کرتے ہوئے آگ میں چھلانگ لگانے سے بھی احتراز نہ کیا۔ آپ نے دعا پڑھی

> عن ابن عباس "حسبنا الله ونعم الوكيل، قالها إبراهيم عليه السلام حين القي في النار، وقالها محمد صلى الله عليه وسلم حين، قالوا: إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم إيمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل سورة آل عمران آية 173[48]."
>
> ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ کلمہ (حسبنا اللہ ونعم الوکیل) ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا، اس وقت جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور یہی کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے کہا تھا کہ لوگوں (یعنی قریش) نے تمہارے خلاف بڑا سامان جنگ اکٹھا کر رکھا ہے، ان سے ڈرو لیکن اس بات نے ان مسلمانوں کا (جوش) ایمان اور بڑھا دیا اور یہ مسلمان بولے کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔

اللہ کے اس بھروسے کے نتیجے میں آگ آپ پر سلامتی والی ہو گئی

قُلْنَا يٰنَارُكُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ[49]

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم (علیہ السلام) پر

۔

ہمیں بھی مشکل حالات میں اللہ پر توکل اختیار کرنا چاہیے مگر کبھی باطل کے سامنے نہیں جھکنا چاہیے اقر یقین کامل رکھنا اللہ رب العامین قدرت کاملہ کے مالک ہیں مخلوق سے کبھی مغلوب نہیں ہونا چاہیے۔

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا[50]

ہجرت

ہجرت سنت انبیاء اور مشرکین سے براءت

حضرت ابراہیم کے واقع سے یہ بات حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ ہجرت انبیائے کرام کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیم کا اسوہ مبارکہ تا قیامت آنے والے اہل ایمان کے لیے بہترین رہنما ہے۔ آپ نے دعوت توحید کا اعلان کیا تو سب دشمن ہو گئے، عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ اہل توحید پر ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے ان کے لیے عبادت الٰہی میں مشکالات حائل ہونے لگیں تو آپ نے اس علاقے کے کافروں، منکروں اور مشرکین سے سے اظہار براءت کر کے ہجرت کی راہ لی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اسوہ حسنہ کے طور پر پیش کیا اور کہا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ[51]

ترجمہ: تمہارے لیے بہت اچھا نمونہ ہے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں (کے طرزِ عمل) میں 'جب انھوں نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم بالکل بری ہیں تم سے اور ان سے جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا۔ ہم تم سے منکر ہوئے 'اور اب ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت اور بغض کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے ہمیشہ کے لیے "یہاں تک کہ تم بھی ایمان لے آؤ اللہ پر توحید کے ساتھ سوائے ابراہیم (علیہ السلام) کے اپنے باپ سے یہ کہنے کے کہ میں آپ کے لیے ضرور استغفار کروں گا ' 'اور میں آپ کے بارے میں اللہ کے ہاں کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ پروردگار! ہم نے تجھ پر ہی توکلّ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور ہمیں تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا[52]

ترجمہ: اور جو کوئی ہجرت کرے گا اللہ کی راہ میں وہ پائے گا زمین میں بڑے ٹھکانے اور بڑی وسعت اور جو کوئی اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوا ہجرت کے لیے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف، پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ثابت ہو گیا اور یقیناً اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

اس سے اہل توحید و ایماں کو یہ درس ملتا ہے کہ جب کافر ملک میں دین و ایمان پر عمل کرنا مشکل ہو جائے اور کافروں کا ظلم و ستم برداشت سے باہر ہونے لگے تو ایسے علاقوں سے ہجرت کرنی چاہیے جیسے کہ نبی ﷺ نے بھی مدینہ ہجرت کی۔

حضرت ابراہیم کی ذاتی ہمہ گیری و بصائر و عبر

بطور عبد: بصائر و عبر

1- کامل اطاعت الٰہی

حضرت ابراہیم کی پوری زندگی نگاہوں کے سامنے ہو تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے پورے طور پر خود کو اللہ تعالی کی مرضی کے تابع کر دیا تھا۔ اور اس کے ارشادات و احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ جب تک اللہ تعالی نے انہیں وطن میں رہ کر دعوت کا مشن جاری رکھنے کا حکم دیا۔ وہ سخت سے سخت حالات کی پروا کیے بغیر اس فریضہ کو سر انجام دیتے رہے۔ ان کی قوم نے آبائی دین کی توہین کے جرم میں آگ ڈال دیا تو اس موقعے پر بھی انہوں نے بے مثال استقامت کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد اللہ نے گھر بار، خاندان اور وطن کو چھوڑ کر ہجرت کرنے کا حکم دیا تو اس حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ ان کی قوم نے آبائی دین کی توہین کے جرم میں آگ میں ڈال دیا تو اس موقعے پر بھی انہوں نے بے مثال استقامت کا مظاہرہ کیا۔ بڑھاپے کی عمر کو پہنچانے کے بعد اللہ تعالی نے ایک اولاد سے نوازا جو مستقبل کا سہارا اور امیدوں اور آرزؤں کا مرکز تھا۔ مگر جب اسے اپنی ماں کے ساتھ بے آب و گیاہ وادی میں لا بسانے کا حکم دیا تو اس پر عمل کرنے میں پس و پیش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ پھر جب اس دشت غربت میں اس اکلوتے اور محبوب فرزند گی گردن پر چھری پھیر دینے کا اشارہ ملا تو اس پر عمل کرنے کے لیے بھی آستینیں چڑھالیں۔ گویا حضرت ابراہیم کی زندگی اللہ تعالی کی کامل اطاعت خود سپردگی اور نفس کو مرضی مولا کے تابع کر دینے کا اعلی نمونہ ہے۔ قرآن نے اسی چیز کو لفظ "اسلام" سے تعبیر کیا ہے۔[53]

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ[54]

ترجمہ: جب بھی کہا اس سے اس کے پروردگار نے کہ مطیع فرمان ہو جا تو اس نے کہا میں مطیع فرمان ہوں تمام جہانوں کے پروردگار کا۔

حضرت ابراہیم کے جذبہ اطاعت اور مکمل فرمابرداری پر اللہ تعالی کی جانب سے بھی مہر تصدیق ثبت کر دی گئی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓي[55]

اور ابراہیم جنہوں نے وفا کا حق ادا کر دیا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [56]

ترجمہ: یقیناً ابراہیم ایک امت تھے اللہ کے لیے فرمان بردار اور یکسو اور آپ مشرکین میں سے نہیں تھے۔

2- خلیل اللہ

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا[57]

ترجمہ: اور اس سے بہتر دین کس کا ہو گا جس نے اپنا چہرہ (سر) اللہ کے سامنے جھکا دیا ' اور (اس کے بعد) احسان (کے درجے) تک پہنچ گیا اور اللہ نے تو ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا تھا۔

کامیابی کا معیار اور نمونہ بیان کرتے ہوئے بتایا جا رہا ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا اور محسن بن جانا اور ملت ابراہیمی کی پیروی کرنا اور اس سب کے لیے نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کو اللہ نے خلیل بنایا۔ خلیل کے معنی ہیں کہ جس کے دل میں اللہ تعالی کی محبت اس طرح راسخ ہو جائے کہ کسی اور کے لیے اس میں جگہ نہ رہے۔[58] حضرت ابراہیم کا ہر عمل اخلاص سے بھرپور بھی تھا اور حکم خداوندی کے مطابق تھا اس لیے انہیں یہ خلیل اللہ ہونے کا اعلی مقام عطا کیا گیا۔

3۔ مقصد زیست: دعوت الی اللہ

جب سے اللہ تعالی نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو رشد و ہدایت عطا فرمائی، آپ علیہ السلام کو جب بھی کوئی موقع ملا اللہ تعالی توحید اور بتوں اور مورتیوں کی پوجا پاٹ ترک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرماتے۔ آپ علیہ السلام کے نزدیک دین کی دعوت دنیا کے ہر کام سے اہم اور اپنے نفس، اہل و عیال، باپ، قوم، مال و دولت اور دنیا کی ہر قیمتی متاع سے عزیز تھی اور آپ علیہ السلام کی زندگی کا اوڑھنا تھی۔ آج بھی ایسی پاک سیرت ہستیوں کا وجود ضروری ہے جو برملا اور علی الاعلان دعوت و تبلیغ کا کام کر سکیں اور اللہ تعالی کی راہ میں آنے والی تکلیف کو خندہ پیشانی سے گوارا کریں اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مانند ان کی ساری زندگی دعوت الی اللہ کیلیے وقف ہو۔

بطور بیٹا

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور دعائے مغفرت کا اہتمام

والدین کے ساتھ حسن سلوک سیرت ابراہیم کا ایک درخشاں پہلو ہے۔ حضرت ابراہیم نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو بت بت پرستی کا بازار گرم پایا۔ خود ان کا گھر بت پرستی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کا باپ نہ صرف بت تراشتا تھا، بلکہ وہ پروہت کے منصب پر بھی فائز تھا۔ حضرت ابراہیم اپنی فطرت سلیم سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ مٹی پتھر کے یہ بت اس قابل نہیں کہ ان کے آگے جبین نیاز خم کی جائے۔ پھر جب انہیں بارگاہ الہی سے "علم یقینی" حاصل ہوا اور گمراہ انسانوں کو سیدھی راہ دکھانے

کا حکم ملا تو سب سے پہلے انہوں نے باپ کو اپنی دعوت کا مخاطر بنایا۔ انہوں نے اس کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے انتہائی دل سوزی محبت اور اپنائیت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی۔ فرمایا:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا۔ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا۔ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا[59]

ترجمہ: یاد کیجئے جب ابراہیم نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! آپ کیوں بندگی کرتے ہیں ایسی چیزوں کی جو نہ سن سکتی ہیں اور نہ دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی آپ کے کچھ کام آسکتی ہیں۔ ابا جان! یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا پس آپ میری پیروی کیجیے 'میں آپ کو دکھاؤں گا سیدھا راستہ۔ ابا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کیجیے 'شیطان یقیناً رحمن کا نافرمان تھا

ان آیات میں "یا ابت" کی تکرار پر غور کرنے سے حضرت ابراہیم کی اپنے باپ کے لیے پیار محبت اور اپنائیت اور ادب و احترام واضح ہے۔ حضرت ابراہیم کے اس پیار کے جواب میں باپ نے ترشی بھرے لہجے سے جواب دیا(مریم:46) مگر آپ علیہ السلام نے پھر بھی برا نہ مانا سمجھاتے رہے مگر جب جان گئے کہ باپ نہیں سمجھ رہا تو خاموشی سے علیحدہ ہو گئے مگر دعائے مغفرت کرنا کبھی نہ بھولے جب تک کہ اللہ نے روک نہ دیا۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" يلقى إبراهيم اباه آزر يوم القيامة وعلى وجه آزر قترة وغبرة، فيقول له إبراهيم: الم اقل لك لا تعصني، فيقول: ابوه فاليوم لا اعصيك، فيقول إبراهيم: يا رب إنك وعدتني ان لا تخزيني يوم يبعثون فاي خزي اخزى من ابي الابعد، فيقول الله تعالى: إني حرمت الجنة على الكافرين، ثم يقال: يا إبراهيم ما تحت رجليك فينظر فإذا هو بذيخ ملتطخ فيؤخذ بقوائمه فيلقى في النار[60]"

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے قیامت کے دن جب ملیں گے تو ان کے والد کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہو گا۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کیجئے۔ وہ کہیں گے کہ آج میں آپ کی مخالفت نہیں کرتا۔ ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا۔ آج اس رسوائی سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہو گی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام قرار دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا ہوا وہاں پڑا ہو گا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

بطور باپ

1۔بیٹے کی محبت پر حکم ربانی کو ترجیح دینا

حضرت ابراہیم کی اطاعت و محبت الٰہی کا نقطہ عروج واقعہ ذبح میں خوب نظر آتا۔خواب میں اللہ تعالی کی جانب سے بیٹے کو ذبح کرنے کا اشارہ پا کر فوراً اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔بیٹے سے اس خواب کا ذکر کیا تو اس نے بھی احکام الٰہی کے سامنے اپنی جبین نیاز خم کر دی۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ[61]

ترجمہ: یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہل ایمان سے ان کی جانیں بھی اور ان کے مال بھی اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

ہمیں بھی ابراہیم علیہ السلام کی زندگی سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ جب رب تعالی کا حکم آجائے تو اس کی فرمابرداری اپنے نفس اپنے ہر عزیز رشتے اور خواہش سے مقدم کر دیں اور باقی ہر شیز کو پیچھے چھوڑ کر بس اپنے خالق کا حکم مان لیں اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی اور عزتیں چھپی ہیں۔

2۔اولاد کی دینی مصلحت کو دنیوی مفادات پر ترجیح دینا اور ان کی اقامت صلاۃ کے لیے دعا کرنا

عام طور پر لوگ اپنی اولاد کو وہاں بساتے ہیں، جہاں دنیوی وسائل اور اسباب کی کثرت ہو۔رزق حاصل کرنے کے مواقع آسان زیادہ ہوں۔پانی کی فروانی ہو، اناج، سبزیاں اور پھل وافر ہو لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معیار انتخاب یہ نہیں تھا بلکہ اس سے بہت ارفع و اعلی تھا۔انہوں نے اپنی اولاد کو وہاں آباد کیا جہاں پانی تھا نہ کھیتی، دنیوی وسائل تھے، یہ عیش و عشرت کا سامان۔وہ مقام حرمت والے گھر کی جگہ تھی۔وہاں اولاد کے بسانے میں ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ اللہ کے مقدس گھر میں نماز قائم کریں۔[62]

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ[63]

ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد (کی ایک شاخ) کو آباد کر دیا ہے اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نماز قائم کریں۔

3۔قربانی کی سنت

قربانی دراصل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم سنت کی یاد ہے جب اللہ رب العزت نے آپؑ کو حکم دیا کہ اپنی عزیز ترین متاع، لخت جگر اور نورِ نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو میرے نام پر ذبح کر دو۔پھر دونوں باپ بیٹا اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم کے سامنے جھک گئے اور چشم فلک نے یہ منظر دیکھا کہ بوڑھے باپ نے نوجوان بیٹے کو زمین پر لٹا رکھا ہے، باپ کے ہاتھ میں چھری ہے اور وہ آنکھیں باندھے ہوئے بیٹے کے گلے پر چھری چلا رہا ہے۔بیٹا خوش ہے کہ اللہ کی راہ میں ذبح ہو رہا ہوں اور باپ بھی راضی ہے کہ اپنے بڑھاپے کی سب سے قیمتی دولت کو مولا کی درگاہ میں پیش کر رہا ہوں۔اللہ اللہ کیسا سہانا منظر ہو گا جب غیب سے ندا آئی اے ابراہیمؑ! آپ نے خواب پورا کر دیا، اب چھری بیٹے کی گرن سے اٹھا لو، آپؑ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ قیامت تک اس سنت کو زندہ و تابندہ کر دیا۔کروڑوں مسلمان ہر

سال اس "ذبح عظیم" کی یاد تازہ کرتے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عظیم سنت ہر سال ہمیں یہ بھولا ہوا سبق یاد دلاتی ہے کہ اگر خدا کی دوستی چاہتے ہو تو ہر چیز کو اس کی رضا پر قربان کر دینے کے لیے تیار رہو۔ اگر دنیاوی اسباب کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے طلب گار ہو تو ایثار و قربانی اور اطاعت و وفا کی راہوں پر گامزن ہو جاؤ۔ اور اگر اللہ رب العزت کی بے پایاں خصوصی رحمتوں کے متمنی ہو تو اس کے ہر حکم اور ہر اشارہ پر سر تسلیم خم کر دو۔

بطور شوہر

1۔ مصلحت کے تحت ایسی بات کہنا جو سچ نہ ہو

یہ واقع جو کہ ہجرت کے دوران آپ کے سفر مصر میں آپ کے ساتھ پیش آیا جب بدکار بادشاہ نے آپ کی عزت یعنی آپ کی زوجہ حضرت سارہ پر دست درازی کرنا چاہی اس کا ذکر پچھلی فصل میں گزر چکا اس کو "توریہ" کہتے ہیں یعنی کسی مقصد کے تحت جھوٹ بولنا یہ جائز ہے۔ آپ علیہ السلام نے یہ بات اخوت اسلامی کے تحت کی تھی نا کہ اخوت نسبی کے تحت نہیں۔ اس واقع سے ہمیں شرعی دلیل ملتی ہے کہ حکمت ضرورت کے تحت جھوٹ بولنا جائز ہے۔

2۔ حضرت ہاجرہ کی آزمائش

انسان کو سب سے زیادہ محبت اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔ وہ اسے اس پوری دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ اور وہ بیوی بیوی شوہر کی پسندیدہ ہوتی ہے جو اسے اولاد کی خوشخبری دے۔ اللہ تعالیٰ نے ابھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک کی اولاد سے نوازا تھا اور وہ تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی ماں تھی حضرت ہاجرہ علیہ السلام۔ مگر اللہ کا حکم تھا کہ بیوی اور بچے کو بے آب و گیاہ سرزمین پر چھوڑ آؤ۔ یہ عمل ہرگز آسان نہیں تھا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا حکم بغیر سوچے سمجھے پورا کیا۔ تو پھر اللہ نے ان کو انعام کے طور پر اس سرزمین کو جہاں نا پانی تھا اور نا سبزہ اسے پھلوں سے مالا مال کر دیا۔

حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے اپنے شوہر کے جانے کے بعد اللہ کے حکم کو تسلیم کرنے کے بعد صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس صبر کرنے کے بدولت اس سرزمین پر پانی آب زم زم جاری کر دیا۔ اور اس کے علاوہ ایک ماں کا اس غم کی حالت میں کہ میرا بچہ بھوکا ہے پیاسا ہے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے چکر لگانا اتنا پسند آیا کہ اس کو عمرے اور حج کا رکن بنا دیا گیا۔
اور فرمایا گیا:

> إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِ
>
> بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعار میں سے ایک ہے۔

اور سب سے بڑا پھل یا ثمر یہ ہے کہ ادھر اللہ تعالیٰ کا گھر بنایا گیا جو حضرت ابراہیم اور اسماعیل نے بنایا تھا۔ اور یہ بھی حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ کے صبر کی بدولت تھا۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ کو تسلی دی کہ یہ بچہ اور اس کی ماں ادھر اللہ کا گھر بنائیں گیں۔

اور اللہ کا ایک کرم یہ بھی ہے کہ اس آب و گیاہ سرزمین کو آبادی سے بھر دیا، اور مکہ کی بے آب و گیا وادی انسان چرند پرند سے بس گئی۔[64]

حاصل بحث

مقاماتِ ابتلاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم حصے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے احکامات کا پابند ہو کر انتہائی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کیا، جس نے ان کے ایمان اور ثابت قدمی کو آزمایا۔ ان کی زندگی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی رضا کے لئے ہر مشکلات کا سامنا کرنے کو تیار رہے۔ ان کا پہلا مقامِ ابتلاء وہ لحظہ تھا جب انہیں اپنے قوم سے اللہ کی عبادت کی دعوت دینی پڑی، جو ان کے لئے خطرناک ثابت ہوا۔ انہوں نے اپنی عقیدت کو مستحکم رکھتے ہوئے اس دعوت کو پیش کیا اور اپنے گھرانے کو چھوڑ کر خدا کی راہ میں نہایت مشکلات کا سامنا کیا۔ جس مشکل میں ان کا ہجرت کر جانا بھی شامل ہے۔ دوسرا مقام ابتلاء یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو اپنی بیوی اور بچے کو بیابان میں چھوڑ کر آنا پڑا۔ کیونکہ یہ اللہ کا حکم تھا اس لیے ان کو اس کی پیروی کرنی پڑی۔ تیسرا مقامِ ابتلاء انہیں تب پیش آیا جب انہوں نے ایک خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو قربانی کر رہے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی عقیدت اور تسلیم نے انہیں یقین کروادیا کہ یہ حکم اللہ کا ہی ہے اور انہوں نے بے شک وفا اور توکل کا درس دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی مقاماتِ ابتلاء سے بھری ہوئی ہے، جہاں انہوں نے ایمان، عقیدت، تحمل، صبر اور توکل کی اہمیت کو سمجھاتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا کیونکہ وہ اس اللہ جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے کی طرف سے آنے والی تمام آزمائشوں سے ایسے گزرے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی سیرت کو تمام رہتی دنیا تک کے لیے نمونہ بنادیا۔ اور یہ فرمایا کہ اگر کوئی میرا دوست ہے تو وہ ابراہیم ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: وَٱتَّخَذَ ٱللَّهُ إِبۡرَٰهِيمَ خَلِيلٗا[65] اور ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنالیا ہے۔

آج کل کے دور میں ہمیں ذرا سی تکلیف پہنچے تو ہم آہ وبکا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ہم بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کن نبیوں کے راستے پر چلنے کا حکم دیا ہے وہ تو ہر تکلیف پر صبر، شکر، برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مگر ابھی بھی دیر نہیں ہوئی کیونکہ آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا[66]

یہ مقامات ابتلاء ہمیں یہ بھی سبق دیتے ہیں کہ ہمیں اپنے رب کی رضا کے لئے مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] جامع ترمذی،کتاب الذہد عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فی الصبر علی البلاء،رقم حدیث:2396

[2] القرآن:165:6

[3] علی بن نایف شہود، الخلاصۃ فی فقہ الابتلاء، صفحہ:27، الطبعہ الاولی2008، ناشر نامعلوم

[4] ابو فیصل البدرانی، فقہ الابتلاء واقدر اللہ المولمۃ، صفحہ:45، ناشر نامعلوم، س:2020

[5] ایضا

[6] ابن ماجہ، ابو عبد اللہ بن سلامۃ، قزوینی، مسند الشھاب، وسسۃ الرسالۃ، بیروت، س:1986، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء رقم حدیث:4024

[7] ابو فیصل البدرانی، فقہ الابتلاء واقدر اللہ المولمۃ، صفحہ:45

[8] ابن حبان، ابو حاتم، صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، ذکر الخبر الدال علی من امتحن بمحنۃ فی الدنیافیلقاھا بالصبر والشکر یرجی لہ زوالھاعنہ فی الدنیامع ما یدخرلہ من الثواب فی العقبی، صفحہ:56-57، ج:4، مترجم: ابو العلا محمد محی الدین جہانگیر بشیر برادرز اردو بازار لاہور، س-ن

[9] القرآن:83،84:21

[10] القرآن:10:66

[11] القرآن:102:37

[12] القرآن:103،104،105:37

[13] القرآن:106،107:37

[14] القرآن:4:60

[15] مودودی، ابو الاعلی، تفہیم القرآن، ج:1، صفحہ:110، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، س-ن

[16] القرآن: الانعام:6:77-76

[17] القرآن: فصلت:53:41

[18] الثعلبی، ابو اسحاق، قصص الانبیاء، المسمی بعرائس المجالس، دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ، ج:1، ص:78، س-ن

[19] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب مَعْنَى كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَحُكْمِ مَوْتِ أَطْفَالِ الْكُفَّارِ وَأَطْفَالِ الْمُسْلِمِينَ، رقم حدیث:6755

[20] القرآن: ھود:78:11

[21] Dr. Muhammad Hammad Lakhvi , فلسفہ امتحان و آزمائش , 9th June 2023 , 42 Minutes 31 Seconds , https://youtu.be/qsLZolyqFpM

[22] القرآن: الشعراء:26:90-102

[23] القرآن: البقرہ:135:2

[24] القرآن: الاسراء:15:17

[25] القرآن: الانعام:164:6

[26] القرآن: البقرہ:124:2

[27] صلاح الدین، یوسف، حافظ، احسن البیان، ص:35، دار السلام، لاہور، س-ن

[28] القرآن: الشعراء:82:26

[29] القرآن: ابراہیم:41:14

[30] القرآن:العنکبوت:17:29

[31] القرآن:ابراہیم:39:14

[32] القرآن:مریم:48:19

[33] القرآن:ابراہیم:40:14

[34] القرآن:توبہ:114:9

[35] القرآن ہود:75:11

[36] القرآن:الشعراء:214:26

[37] اخلاق حسین، آج بھی ہو اگر ابراہیم کا ایمان پیدا، ص:22-23،وفاق پرنٹنگ پریس،لاہور، س:1974

[38] لقرآن:مریم:47:19

[39] القرآن:التوبہ:114:9

[40] عبد الرحمن، محمد، سیرت انبیائے کرام، ج:1ص:216،ادارہ اسلامیات لاہور۔س:1990

[41] مودودی، ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ج:3،ص:501-502

[42] القرآن:الحج:42:22-46

[43] اخلاق حسین، آج بھی ہو اگر ابراہیم کا ایمان پیدا، ص:45

[44] القرآن:الانبیاء:63:21

[45] اخلاق حسین، آج بھی ہو اگر ابراہیم کا ایمان پیدا، ص:50

[46] القرآن:البقرہ:258:2

[47] ابن کثیر، ابوالفدا اسماعیل، عماد الدین، قصص الانبیاء،، ص:211، مترجم:مولانا عطاالله ساجد دار السلام، س-ن

[48] صحیح بخاری ، کتاب التفسیر ، بَابُ: {إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ} الآيَةَ،رقم حدیث:4563

[49] القرآن:الانبیاء:69:21

[50] محمد اقبال، علامہ، بانگ درا، ص:208، شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور، س-ن

[51] القرآن:الممتحنہ:4:60

[52] القرآن:النساء:100:4

[53] محمد رضی الاسلام ندوی سیرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام، ص:148

[54] القرآن:البقرۃ:131:2

[55] القرآن:النجم:37:53

[56] القرآن:البقرۃ:131:2

[57] القرآن:النساء:125:4

[58] صلاح الدین، یوسف، حافظ، احسن البیان، ص:163

[59] القرآن:مریم:42:19-45

[60] صحیح بخاری ،کتاب احادیث الاینباء ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً}:رقم حدیث:3350

[61] القرآن:توبہ:111:9

[62] فضل الٰہی، ڈاکٹر، پروفیسر، حضرت ابراہیم بحثیت والد، ص:28، دار النور، اسلام آباد، 2022

[63] القرآن: ابراہیم:37:14

[64] القرآن: بقرۃ:157:2

[65] القرآن: النساء4:125

[66] محمد اقبال، علامہ، بانگ درا، ص:208